میراں کے گیت

جے کرشن چودھری

ادارۂ انیس اردو۔ الہ آباد ۳

سلسلہ مطبوعات الہ آباد لٹریری و کلچرل ایسوسی ایشن، الہ آباد

میراںؔ کے گیت

از

چودھری جے کرشن ایم۔ اے، ایل ایل، بی۔ آئی اے ایس
کمشنر ریواں ڈویژن ریواں، مدھ پردیش

ادارہ "انیس اردو" الہ آباد

بارِ اوّل قیمت دو روپے

مئی ۱۹۵۹ء

میراں کی کہانی

سیکڑوں برس کی بات ہے۔ راجپوتانہ کے محل کے سامنے سے ایک بارات گزری۔ محل کی رانیاں اور بچے دریچوں سے جھانک کر تماشا دیکھنے لگے۔ بارات گزر گئی اور تماشا ختم ہو گیا۔ مہارانی کرشن کی مورتی کی پوجا کرنے مندر کو چلی تو کمسن شہزادی بھی ساتھ ہو لی اور ماں سے پوچھنے لگی کہ "میرا دولھا کون ہے"۔ ماں نے مورتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہنسی ہنسی میں کہہ دیا۔ "تیرا دولھا گردھر گوپال ہے"۔ راجکماری کے دل میں گانٹھ پڑ گئی اور وہ گا اٹھی "میرے تو گردھر گوپال دوسرا نہ کوئی" اور ایک نئی بیاہی ہوئی دولہن کی طرح منہ پر کپڑا اوڑھ لیا۔ اُس دن سے راجکماری نے کرشن کو ہی اپنے من مندر کا دیوتا بنایا اور اسی دن سے ہی اُس کے من کے پٹ کھل گئے اور اُس کے دل میں دُنیا بھر کی مٹھاس سما گئی۔ اُس کے بچپن کی یہ ہلکی اُمنگ اُس کے جوبن کی مدماتی برہ بن کر اُس کے پہلو میں مچلتی رہی اور اس کے لبوں سے میٹھے اور سُہانے گیت بن کر نکلتی رہی جن کی موسیقی اور ترنم سے ابھی دنیا گونج رہی ہے اور سر دھن رہی ہے۔

وہ راجکماری میراں تھی!

آم کے درختوں کے جُھنڈ میں سے کوئل کے درد بھرے نغمے دُور دُور تک سنائی

دیتے ہیں۔ لیکن پتوں کی اوٹ میں چھپی ہوئی کوئل کم وبیش ہی دکھائی دیتی ہے، بالکل اسی طرح میراؔں کے گیتوں نے میراؔں کی زندگی کو قائم رکھا ہے ورنہ عقیدتمندوں کی عنایات کی وجہ سے اس کی زندگی محض ایک افسانہ بن کر رہ گئی ہے۔ میراؔن کی پیدائش اور زندگی کے متعلق تسلی بخش حالات نہیں ملتے۔ ایک مورّخ کہتا ہے کہ میراؔں کی شادی بھوج راج سے ہوئی جو مہارانہ کھمباؔ والئی میواڑ کا ولی عہد تھا۔ اس مورخ کے خیال میں بھوج راج تخت نشینی سے قبل ہی فوت ہوگیا۔ اور مہارانا کھمبا اپنے دوسرے شہزادے اودے کرن کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مشہور مورخ ٹاڈ کی رائے میں میراؔن کی شادی راناؔ کھمبا سے ہوئی۔

میکالف کی رائے میں میراؔں ۱۵۰۴ء میں پیدا ہوئی اور وہ رتن سنگھ راٹھور والئی میرتا کی لڑکی تھی۔ اس کی منگنی کنور بھوج راج سے ہوئی جو مشہور رانا سانگا والئی چتوڑ کا لڑکا تھا۔ میراؔن کی شادی ۱۵۱۶ء میں ہوئی۔

شادی کے بعد میراؔں جب سسرال میں آئی تو کرشن کی مورتی کو ساتھ لے آئی۔ کوشش کی گئی کہ کرشن کی پوجا کرنے کے بجائے درگا کی پوجا کرے۔ لیکن میران نے اپنے پریتم سے جدا ہونا کسی قیمت پر گوارا نہ کیا۔ اُس نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں بند کر لیا اور دن رات اپنے پریتم کی محبت میں سرشار رہنے لگی۔ سادھوؤں کی صحبت میں اُسے خاص لُطف آتا تھا۔ ساس اور سسر نے بہترا سمجھایا کہ وہ سادھوؤں سے نہ ملے۔ کیونکہ اس سے خاندان کے نام پر بٹہ لگتا ہے۔ لیکن میراؔں پر ان نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ روز بروز اس کا انہماک بڑھتا گیا۔

میراؔں کے متعلق کئی روائتیں مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب اکبر اعظم نے میراؔں کی

خوبصورتی اور بھگتی کی شہرت سنی تو مشہور موسیقار تان سین کو ساتھ لے کر فقیر کے بھیس میں چتوڑ آیا۔ اکبر میراںؔ کی عقیدت دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اُس کے پریتم کے لئے ہیروں کا ایک قیمتی ہار نذر کیا۔ میراںؔ نے وہ ہار لیا لیکن حیران تھی کہ ایک فقیر کے پاس اتنا قیمتی ہار کیسے آیا۔ اکبر نے کہا کہ یہ ہار اسے جمنا میں نہاتے ہوئے ملا اور اُس نے سوچا کہ یہ ہار گردھر لال پر چڑھلانے کے قابل ہے۔ اکبر واپس چلا گیا۔ لیکن اس کا ہار میراںؔ کے لئے سخت تکلیف کا باعث بنا۔

جب مہارانا نے یہ ہار دیکھا تو اُسے شک ہوا۔ جوہریوں سے اُس کی قیمت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ ایک مشہور جوہری نے یہ ہار تھوڑا عرصہ ہوا شہنشاہ کے پاس فروخت کیا تھا۔ مہارانا کو یقین ہو گیا کہ جو فقیر میراںؔ سے ملنے آئے تھے وہ اکبر اور تان سین تھے۔

مہارانا نے بہت غم و غصہ کا اظہار کیا اور تہیہ کیا کہ میراںؔ کی زندگی ختم کر دینی چاہیئے۔ چنانچہ اس نے ایک زہریلا سانپ ڈبیا میں بند کر کے بھیجا۔ لیکن جب میراںؔ نے اُسے کھولا تو اس میں اسے سالگ رام (کرشن) بیٹھا ہوا نظر آیا۔ میراںؔ خوشی سے جھوم اُٹھی اور اس کی عقیدت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔

ہندی لٹریچر کے مصنف مسٹر کی (Keay) لکھتے ہیں کہ میراںؔ کا خاوند تخت نشین ہونے سے پہلے مر گیا اور اس کا دیور چتوڑ کا رانا بنا۔ اس نے میراںؔ کو اس کرشن بھگتی کی وجہ سے اتنا تنگ کیا کہ وہ چتوڑ سے بھاگ گئی اور رامانند کے مشہور شاگرد رام داس کی چیلی بن گئی۔ اس کے بعد وہ بندرابن چلی گئی۔ وہاں کچھ عرصہ رہ کر اپنے سسرال میں واپس آ گئی لیکن وہاں کے لوگ ابھی تک پُرانے تعصبات میں پھنسے ہوئے تھے۔ اس لئے میراںؔ وہاں سے دوارکا (کاٹھیاوار) کی یاترا کو چلدی جو کرشن کی آخری

جائے رہائش تھی اور وہاں کرشن کی مورتی سے لپٹ کر دم دیدیا۔

میراں پریم دیوانی تھی۔ اس کی زندگی میں پریم کی ایک اندھی بھوک تھی جو تسکین کے لئے تڑپتی اور محبت کے شعلہ پر جل بجھنے کے لئے مچلتی تھی۔ اس میں نہ شعلہ کا خوف تھا اور نہ جل جانے کا خطرہ، پریم کی بے نظیر کشش نے اُسے دنیا اور اس کے حوادث سے بے نیاز کر دیا تھا۔

میراں کی محبت کا مرکز کرشن تھا۔ جس کو اس نے اَن گِنت ناموں سے یاد کیا ہے۔ یہی گردھر لال، نندلال، گوپال، ساںوریا، شیام، منموہن، مراری، مرلی والے ہری اور پربھو بنے۔ رام کے نام کو بھی اس نے کہیں کہیں اسی مدعا کے لئے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ کرشن اور رام ایک روشنی کے دو نام ہیں۔ شروع شروع میں میراں نے کرشن کو سکھا (دوست) کی شکل میں، پھر پتی (خاوند) کے روپ اور آخر میں ست گرو (سچے گرو) کی صورت میں دیکھا۔ بچپن کی محبت عمر کی پختگی کے ساتھ بتدریج بڑھتی گئی اور آخر میں دیوانگی کی حد تک جا پہونچی۔ اس نے اس محبت کے لئے بے نظیر قربانی دی۔ اپنی زندگی اور شباب کی تمام آرزوؤں کو پریتم پر نثار کر دیا۔ راج پاٹ کے آرام پر لات ماردی اور تمام دنیاوی خوشیوں کو چھوڑ کر اپنے پریتم کی داسی، چیلی، اور چاکر بن گئی۔

اُودی بدیتی اجھوں نہ آئے
پنڈر ہو گیا کیس
میرا کے پربھو کب رے ملوگے
تج دیا نگر نریس

اُس نے ہر ایک جتن سے اپنے من کے دیوتا کو رجھانے کی کوشش کی اور کوئی ایسی چیز اُٹھا نہ رکھی جو اُس نے اپنے پریتم کے قدموں پر نہ رکھدی ہو۔

سیام ! مئے چاکر راکھو جی
گردھاری لال ! چاکر راکھو جی
چاکر رہوں ، باگ لگاسوں ، نت اُٹھ درسن پاسوں
بندرابن کی کنج گلی میں تیری لیلا گاسوں

. . . .

جوں جوں وقت گزرتا گیا وہ پریم میں زیادہ ڈوبتی گئی - پریم بھی آہستہ آہستہ اسے نزدیک آتا دکھائی دیا ، دُوئی کی دیوار گرتی نظر آئی اور وہ دیوانہ وار اس روشنی میں سما جانے کی خواہش سے آگے - اور آگے - بڑھتی چلی گئی اور اُس وقت میراں کے گانوں میں نہ لوک لاج کا اندیشہ ہے، نہ سُود و زیاں کی فکر اور نہ جگ ہنسائی کا خوف۔ اُس نے بے محابا کھل کر گایا۔

شری گردھر آگے ناچوں گی
ناچ ناچ پیو رسک رِجھاؤں پریمی جن کو جانچوں گی

. . . .

اسی طرح ایک اور گیت میں کہا ہے۔

میں اپنے سیّاں سنگ سانچی
اب کاہے کی لاج سجنی پرگٹ ہو ناچی

. . . .

اپنی اپنی طبیعت کے مطابق لوگوں نے اُس کے گیتوں کی مختلف تفسیریں کیں. لیکن میرؔاں لوک لاج سے بلند ہو چکی تھی وہ اُن حدُود سے پار جا چکی تھی جو دنیا والوں نے بنا رکھی ہیں۔ اس کی نظر اونچی! بہت اونچی! ایک روشنی پر جمی ہوئی تھی۔ اُس کے خیال کا مرکز عوام کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ لوگوں کی تعریف یا تمسخر سے اس کے کان بے پرواہ تھے کیونکہ

اب تو بات پھیل گئی، جانے سب کوئی

درسی میرالال گردھر ہونی سو ہوئی

میرؔاں اب پُورے طور پر پریتم کے رنگ میں چکی تھی۔ اُس کے جیون کی ڈور پریتم کے ہاتھ میں تھی، اس کا پریتم ہی اس کی نیاؔ کا کھویا تھا۔ ایسے پریتم کی حفاظت میں اُسے کس بات کا ڈر تھا۔

اور جب وہ گھر بار چھوڑ اپنے پیا کی نگری بندرابن کو چلی تو اس کے دِل کی کیفیت عجیب تھی۔ وہاں میرؔاں کو ہر ایک چیز میں اپنے پریتم کے جلوے دکھائی دیئے۔ بندرابن کی پیاری گلیوں میں وہ دیوانہ وار پھرتی، آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئیں۔ بال بکھرے ہوئے نزار و نزار جسم پر گرد جمی ہوئی، کبھی گاتی کبھی ہنستی اور کبھی ناچنے لگ جاتی اور کبھی بازو پھیلا کر تصور میں اپنے پریتم کو آغوش میں لینے کے لئے دوڑ پڑتی۔ اُس کے مُنہ بھرے خوبصورت ہونٹوں سے درد بھرے نغمے نکلتے، جس پر سننے والے بیخود ہو کر ٹھہر جاتے، کوئی تعظیم سے جُھک جاتا۔ بچے اس کے گلے سے لپٹ جاتے اور جمنا کے کنارے گھنے درختوں کے سایہ میں، وہ ناچتے اور میرؔاں گاتی، میرؔاں ناچتی اور وہ گاتے۔ اس منزل تک پہونچکر میرؔاں کا دل ساری دنیا کے لئے کھل گیا۔ اب تک وہ

صرف اپنے درد کے بیان میں مصروف تھی لیکن اب تمام دنیا کے دکھ درد کا سوال اس کے سامنے تھا اور گا رہی تھی۔

ہری تُم ہرو جن کی بھیر

اور اسی طرح پریم کے گیت گاتی ہوتی اپنے پریتم کے قدموں سے لپٹ گئی اور ہمیشہ کے لے خاموش ہو گئی۔ تڑپتے ہوئے دل کی دھڑکن رک گئی، من کی جلن مٹ گئی اور پُر کیف نغموں کا تار ٹوٹ گیا؟

قدرتی طور پر میراں کے گیتوں میں ہمیں سوز و ساز کی ایک دنیا نظر آتی ہے۔ اُس کی تمام زندگی پریتم کی محبت میں تڑپتے اور آنسو بہاتے بیتی۔ آنسو ہی اس کے صرور ترجمانی کرتے ہیں۔ آنسو ہی اُس کی محبت کی زبان اور اس کی ساری کائنات ہیں۔ آنسو ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے اور وہی اس کا کھانا پانی۔ محبت کا چشمہ صبح شام ستاتا ہی رہا اور کبھی خشک نہ ہوا۔ اس نے قدرت سے آنسوؤں کا وہ خزانہ پایا تھا جو کبھی ختم ہونے پر نہ آتا تھا۔

میراں کے گیت کیا ہیں؟ روز کی لگی ہوئی آگ اور تڑپ اور بیتاب اور جلے ہوئے دل کی آہیں جو خود بخود الفاظ کا جامہ پہن کر اس کے زبان پر آگئیں ان میں شاعرانہ بندش الفاظ نہیں۔ سُر تال کی پابندی بھی نہیں۔ اس کا کوئی ایک گیت لے لیجئے معلوم ہوگا کہ یہ ایک نغمہ پر کیف ہے جو ہوا کے کاندھوں پر دور سے تھراتا ہوا چلا آتا ہے۔ ایک نالہ ہے درد بھرا جو پابند ے نہیں، ایک شیون ہے دلا ویز جس سے دل میں ٹیس سی اٹھتی ہے اور جگر میں ہوک سی پیدا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی میراں کا گوپال اس کے دل میں طوفان بپا کر دیتا تو وہ تصور میں اس سے باتیں کرنے لگ پڑتی اور گنگنانے لگتی،

حتی کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ پھوٹ پڑتی۔ پھر نہ دنیا کا خیال رہتا اور نہ تن بدن کا ہوش، بغیر سوچے بچارے پریم کے رس میں ڈوبے ہوئے گیت خود بخود نکلنے لگتے اور نکلتے چلے جاتے۔

یہی وجہ ہے کہ میراں کی زندگی اور گیتوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ میراں کے گیتوں میں اس کی رُوح سمائی ہوئی ہے۔ اس کے الفاظ کے پردے میں اُس کی پُر جوش عقیدت جھلک رہی ہے اور ارمان بھرا دل پھُوٹ پھوٹ کر رُو رہا ہے۔ اس کی زندگی کی روانی نغموں کی لے سے مل کر ایک ہو گئی ہے۔ جوں جوں یہ نغمہ بلند ہوتا جاتا ہے میراں کی تصویر بھی آنکھوں کے سامنے اُبھرنے لگتی ہے جس کے رُخِ زیبا پر مسرت کے نقوش بلکہ حسرت و یاس کے سائے چھائے ہوئے ہیں اس کے قلب زار میں ایک گھاؤ سا دکھائی دیتا ہے جو دن رات رِستا رہتا ہے۔ سچ تو ہے کہ میراں کی زندگی خود ایک گیت ہے مسرت سے خالی اور آنسوؤں سے بھرپور اور اسی میں اسکی زندگی اور گیتوں کی غیر معمولی کشش اور جاذبیت کا راز پنہاں ہے۔

میراں کے گیت ہمارے دل کے تاروں کے ساتھ ٹکرا کر ایک دلنواز جھنکار پیدا کرتے ہیں اور ہم موسیقی، ترنم اور جذبات کے طوفان میں کچھ ایسے کھو جاتے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کی ہنگامہ آرائیاں ہم سے دور۔ بہت دور معلوم ہوتی ہیں۔ نغمے کے زیر و بم کے ساتھ ہمارا دل بھی میراں کے ساتھ ساتھ گانے اور ناچنے لگ جاتا ہے اور ہمیں احساس اُسوقت ہوتا ہے جب وہ نغمہ یکایک خاموش ہو جاتا ہے۔ اسمیں یقیناً کوئی کلام نہیں کہ میراں کے نغمے ٹوٹے ہوئے دل کے لئے مرہم کا پھاہا ہیں اور رُوح کے لئے باعث آسودگی۔

میراں نے اپنی زندگی اور گیتوں سے دنیا کو ایک نئی راہ دکھائی ہے۔ وہ بھگتی کے نئے اور خوشگوار دور کی بشیر تھی۔ اس کی زندگی اُس زمانے کے مذہبی رسم و رواج کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ بہت کم لوگوں نے اُس کی زندگی کے راز کو سمجھا اور اس سے بھی کم لوگوں نے اس کی پیروی کی۔ تاہم اُس کی زندگی ایک نہایت ہی قابل قدر پیغام رکھتی ہے۔ وہ پیغام یہ ہے کہ ہر شخص پر چاہے وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، خدا اور نجات کے دروازے بند نہیں، اور کہ خدا تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ ہے بھگتی یا محبت۔ جتنی محبت زیادہ ہوگی راستہ کی دشواریاں کم ہو جائیں گی اور منزل اتنی ہی قریب آتی جائے گی۔ جب ایک مرتبہ سالک کے دل میں خدا سے ملنے کی تڑپ پیدا ہو گئی ہے اس ملاقات کو کسی طرح روکا نہیں جا سکتا۔ سالک بے اختیار ہو جاتا ہے اور پکار اُٹھتا ہے۔

"میں ایک دائمی درد دل کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں،
کوئی بھی ایسا نہیں جو خدا کو دیکھ سکے اور زندہ رہے۔"[۱]

۱؎ "I go with a perpetual heartache
Noh can see God and Goddess and
live" —— Coventry Patmore

(۱)

پیارے درسن دیجیو آئے
تم بن رہیو نہ جائے
جل بن کمل چند بن رجنی
ایسے تم دیکھیاں بن سجنی
آکل ویاکل پھروں رین دن
برہ کلیجو کھائے

دوس نہ بھوک نین نہیں رینا
مکھ سے کتھت نہ آوے بینا
کہا کہوں کچھو کہت نہ آوے
مل کر تپت بجھاوے
کیوں ترساؤ انتر جامی
آئے ملو کرپا کر سوامی
میرا داسی جنم جنم کی
پڑی تمھارے پائے

(۱۰)

پیارے آ کر مجھے درشن دیجئے تمہارے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا۔
جس طرح پانی کے بغیر کنول، اور چاند کے بغیر رات (بے کیف ہے) اسی
طرح میں، تمھاری سجنی، تمہیں دیکھے بغیر بیتاب ہوں۔
رات دن گھبرائی ہوئی دیوانہ وار پھرتی ہوں اور تیری جدائی میرا کلیجہ
کھا رہی ہے۔
نہ دن کو بھوک نہ رات کو آرام اور منہ سے کچھ بات نہیں نکلتی۔ کیا
کہوں کچھ کہا نہیں جاتا، بس مل کر دل کی پیاس بجھاؤ
اے انتر جامی! (رازداں) مجھے کیوں ترساتے ہو۔ اے مالک! کرپا کر کے آملو۔
میرا جنم جنم کی داسی تمھارے پاؤں پڑتی ہے

(۲)

اب تو بنھایاں سرے گی
باہنہ گہے کی لاج
سرتھ سرن تمھاری سیّاں
سرب سُدھارن کاج
بھو ساگر سنسار اپربل
جا سے تم ہو جہاج
نردھاران آدھار جگت گرو
تم بن ہوئے اکاج
جگ جگ بھیر ہری بھگتن کی
دینی موکش سماج
میرا سرن گہی چرنن کی
لاج راکھو مہاراج

(۲)

پناہ میں آئے ہوئے کی لاج اب تو تمھیں نبھانی ہی پڑے گی۔ میں تمھاری طاقتور پناہ میں آگئی ہوں۔ میرے تمام کاموں کو سنوار دو۔

یہ دنیا ایک بہو ساگر (گہرا سمندر) ہے جسے میں عبور نہیں کر سکتی۔ پار اُترنے کے لئے صرف تم ہی میری ناؤ (جہاز) ہو۔

تم بیکسوں کے سہارے اور دنیا کے گرو ہو۔ تمھارے بغیر دُنیا کے کاروبار کیسے چل سکتے ہیں؟

اے ہری! جُگ جُگ میں تم نے بھکتوں کے دُکھوں کو دُور کیا اور سماج کو نجات دی۔

میراں تمھارے چرنوں (قدموں) میں آئی ہے مہاراج! اُس کی لاج (عزت) رکھیے۔

(٣)

گلی تو چاروں بند ہوئی
میں ہری سے ملوں کیسے جائے
اونچی نیچی راہ رپٹیلی
پاؤں نہیں ٹھہرائے
سوچ سوچ پگ دھروں جتن سے
بار بار ڈگ جائے
اونچا نیچا محل پیا کا
مہا سوں چلیو نہ جائے
پیا دور پنتھ مہارو جھینو
سرت جھکولا کھائے
کوس کوس پر پہرہ بیٹھا
پینڈ پینڈ بٹ مار
ہے بدھنا کیسی رچ دینی
دور بسایو مہارو گانو
میراں کے پربھو گردھر ناگر
ست گرو دئی بتائے
جگن جگن سے بچھڑی میرا
گھر میں لینی لائے

راستے تو سب بند ہیں میں اپنے ہری سے کیسے ملوں؟
راستہ اونچا نیچا اور لیٹیلا (پیچیدہ) ہے، اور میرے پاؤں کہیں نہیں جمتے۔
بڑے جتن سے سوچ سوچ کر قدم رکھتی ہوں لیکن پھر بھی ڈگمگا جاتی ہوں۔
پیا کا محل اونچا نیچا ہے۔ مجھ سے چلا نہیں جاتا۔
پیا دور، راستہ تنگ، اور ہوش جھکولے کھاتا ہے۔
کوس کوس پر پہرہ اور گاؤں گاؤں میں ڈاکو۔
میرے نصیب! یہ تم نے کیا کیا کہ میرا گاؤں دُور بسا دیا۔
میرا کے پربھو (مالک) گردھر ناگر ہیں۔ مجھے ست گرو نے یہی بات بتائی ہے۔
اور کئی جگہوں کی بچھڑی ہوئی میراں (مالک کے) گھر میں واپس لائی گئی ہے۔

(۴)

مائی مہاری ہری جی نہ بوجھی بات
پنڈ ماسوں پران پاپی نکس کیوں نہیں جات
پٹ نہ کھولیو مکھاں نہ بولیو سانجھ بھئی پربھات
ابولنا جگ بیتیں لاگو تو کاہیکی کسلتا
ساون آون ہوے رہیورے نہیں آون کی بات
رین اندھیری بیچ چمکے تارا گنت نسی جات
سپنے میں ہری درس دینہوں میں نہ جانیو ہری جات
نین مہاراں اُگھڑ آیا رہی میں پچھتات
لیئی کٹاری کنٹھ چیروں کروں گی آپ گھات
میرا دیاکل برہنی رے بال جیوں بل لات

(۴)

اے ماں ! ہری جی نے میری بات نہ بوجھی (میرے دل کا راز نہ جانا) نہ معلوم میرے جسم سے پاپی پران نکل کیوں نہیں جاتی۔

اُس نے پٹ نہ کھولا، منہ سے بات نہ کی، شام سے صبح ہوگئی۔ بن بولے ایک زمانہ گزر گیا۔ تو خیریت کیسی؟

ساون آنے کو ہے، پر اُس کے آنے کی کوئی خبر نہیں۔ اندھیری رات ہے، بجلی چمک رہی ہے، تارے گنتے گنتے رات گزر گئی۔ (یکایک) سپنے میں ہری نے درشن دیئے۔ میں نہ جان سکی کہ وہ (واپس بھی) جا رہا ہے۔ جب آنکھ کھلی تو من پچھتانے لگا (کہ میں اُسے روک کیوں نہ سکی) کٹاری (خنجر) لیکر اپنا گلا کاٹ کر خودکشی کر لوں گی۔ برہ کی ماری میراں بچوں کی طرح یوں (ہری کے چلے جانے پر) چلا رہی ہے۔

(۵)

گھڑی ایک نہیں آوڑے ، تم درسن بِن موے
تم ہو میرے پران جی ، کا سوں جیون ہوے
دھن نہ بھاوے نیند نہ آوے ، برہ ستاوے موے
گھائل سی گھومت پھروں رے، میرا درد نہ جانے کوے
دِوس تو کھائے گمایو رے ، رین گمائی سوے
پران گمایا جھورتاں رے ، نین گمایا رُوے
جو میں ایسا جانتی رے ، پریتی کیاں دُکھ ہُوے
نگر ڈھنڈورہ پیٹتی رے ، پریتی کرو مت کوے
پنتھ نہاروں ڈگر بہاروں ، اودھی مارگ جوے
میرا کے پربھو کب رے ملوگے ، تم ملیا ، سُکھ ہوے

(۵)

تمھارے درشن کے بغیر مجھے ایک پل بھی چین نہیں۔ تم ہی میرے پران (رُوح) ہو۔ تم بن جینا کیسا؟

دھن دولت نہیں بھاتا، نیند نہیں آتی، تمھاری جدائی ستا رہی ہے۔ اور میں گھائل کی طرح گھوم رہی ہوں، یہ اندر کوئی نہیں جانتا۔

دن تو کھانے پینے میں ضائع ہوا، رات نیند میں گنوادی۔ زندگی جدائی کے غم کے نذر ہوئی اور آنکھیں رُو رُو کر کھو بیٹھی۔

جو میں ایسا جانتی کہ پریت کیۓ دکھ ہوتا ہے تو نگر میں ڈھنڈورہ پیٹتی کہ کوئی پریت نہ کرے۔

میں منتظر ہوں، تمھاری راہ دیکھتی ہوں اور تمھارے آنے کا راستہ صاف کرتی ہوں۔ میراںؔ کے پربھو کب ملوگے؟ تمھارے ملنے سے ہی دل کو سکون ہوگا۔

(٦)

پیہ بن سُونا چھے جی مھارو دیس
ایسا ہے کوئی پو کوں ملاوے
تن من کروں سب پیس
تیرے کارن بَن بَن ڈولوں
کروں جوگن کا بھیس
اودھی بدیتی اُجہوں نہ آئے
پنڈار ہوگیا کیس
میراؔ کے پر بھُو کب رے ملوگے
تج دیو نگر نریس

(۶)

پیا کے بغیر میرا دیس سونا ہے۔

کوئی ایسا ہے جو مجھے پیا سے ملا دے اور میں تن من اُس کو بیش کر دوں۔

تیری تلاش میں جوگن کا بھیس بھرے جنگلوں کی خاک چھانتی ہوں، ملنے کا وقت آیا اور گزر گیا۔ پر تم ابھی تک نہ آئے (اس انتظار میں) سر کے بال سفید ہو گئے۔

میراں کے پربھو! کب ملو گے؟ تمھارے ہی لئے اس نے نگر اور راجہ کو خیرباد کہدیا ہے۔

(۷)

کوئی کہیو رے پربھو آون کی
آون کی من بھاون کی
آپ نہ آوے لکھ نہیں بھیجے
بان پڑی للچاون کی
اے دو نین کہیو نہیں مانے
ندیاں بہے جیسے ساون کی
کہا کروں کچھو نہیں بس میرا
پانکھ نہیں اُڑ جاؤں کی
میرا کے پربھو کب رے ملوگے
چیری بھئی ہوں تیرے داؤں کی

(۷)

کوئی ہے جو پر بھو کو آنے کے لئے کہدے۔ ہاں! وہ آنا جو من کو بھاتا ہے۔

نہ وہ خود آتے ہیں اور نہ کچھ لکھ ہی بھیجتے ہیں۔ انھیں میرے تڑپانے کی کچھ عادت سی پڑ گئی ہے۔

یہ دو نین (آنکھیں) میرا کہا نہیں مانتے اور ایسے بہہ رہے ہیں جیسے ساون کی ندیاں!

کیا کروں، کچھ بس نہیں چلتا۔ پنکھ (پَر) نہیں کہ اڑ کر اُن سے جا ملوں۔

میراں کہتی ہے کہ مالک! کب ملوگے؟ اب تو میں تمھارے دام میں پھنس گئی ہوں۔ (لونڈی ہوگئی ہوں)۔

(۸)

میں جانوں ناہیں پربھو ملن کیسے ہوے ری
آئے میرے سجنا پھر گئے رنگنا
میں ابھاگن ری سوے ری
پھاڑوں گی چیر کروں گل کنتھا
رہوں گی بَیراگن ہوے ری
چُڑیاں پھوڑوں مانگ بکھیروں
کجرا میں ڈاروں دُھوے ری
نس باسر موہی برہ ستاوے
کل نہ پرت پل موے ری

(۸)

میں نہیں جانتی کہ پربھو سے کیسے مِلوں؟
میرے ساجن آئے، میرے آنگن (صحن) میں پھر کر چلے گئے اور میں ابھاگن (بدنصیب) سوتی رہی۔
(اس مایوسی پر) کپڑے پھاڑ، گلے میں مالا پہن، بیراگن بن جاؤنگی۔ چوڑیاں توڑ ڈالوں گی، انگ بکھیر دوں گی اور آنکھوں کا کاجل دھو ڈالوں گی۔
دن رات مجھے جدائی ستاتی ہے۔ ایک پل بھی مجھے کل (چین) نہیں پڑتی۔

(۸)

بادل دیکھ ڈری ہو، سیام! میں بادل دیکھ ڈری
کالی پیلی گھٹا اُڈھی برسیو ایک گھڑی
جت جاؤں تت پانی پانی ہوئی سب بھوم ہری
جاکے پیہ پردیس بست ہے بھیجوں بہار کھری
میرا کے پربھو ہری اِبنا سی کیجو پریت کھری

(۹)

شیام ! میں بادل دیکھ کر ڈر گئی ، بادل دیکھ کر ڈر گئی ہوں۔
کالی پیلی گھٹا اُمڈ آئی ، اور برسنے لگی ، جدھر جاؤں اُدھر پانی ہی ہی پانی ہے اور ساری زمین سبز ہو گئی ہے۔
(لیکن) میں جس کا پیا پردیس میں ہے (انتظار میں) ہر گھڑی بھیگ رہی ہوں۔
میراں کا پربھو لا فانی ہری ہے جس سے اُسے کھری (خالص) پریت ہے۔

(۱۰)

برسے بدریا ساون کی
ساون کی من بھاون کی

ساون میں اُمگیو میرو منوا
بھنک سنی ہری آون کی

اُمڈ گھمڈ چہوں دسی سے آیو
دامن دمکے جھر لاون کی

ناہنی ناہنی بوندن میہا برسے
سیتل پون سوہاون کی

میرا کے پربھو گردھر ناگر
آنند منگل گاون کی

(۱۰)

ساون کے بادل برستے ہیں، وہ ساون جو مَن کو لبھاتا ہے۔
ساون میں میرے من میں اُمنگیں اُٹھتی ہیں، جب ہری کے آنے کی بھنک کان میں پڑتی ہے۔
بادل گھِر گھِر کر چاروں طرف سے آتے ہیں۔ موسلا دھار برسنے والے بادلوں میں بجلی چمک رہی ہے۔
مینہہ کی ننھی ننھی بوندیں پڑ رہی ہیں، ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا چل رہی ہے۔
میراں کے پربھو، گِردھر ناگر! خوشی کا نغمہ گانے کا وقت آگیا ہے!

(۱۱)

سُنی ہو میں ہَرِی آون کی آواج
محل چڑھ چڑھ جوؤں میری
سجنی اکب آدے مہاراج
دادر مُور پپیہا بولے
کوئل مدھر سے ساج
امنگیو اندر چھوں دسی برسے
دامنی چھوڑی لاج
دَھرتی رُوپ نوا نوا دَھریا
اندر مِلن کے کاج
میرا کے پربھو ہری اناسی
بیگ مِلو سِر راج

(۱۱)

میں ہری کے آنے کی آواز سنتی ہوں۔
اے سجنی! محل پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی ہوں کہ مہاراج کب آویں گے۔
مینڈک، مور، پپیہا اور کوئل میٹھے راگ الاپتے ہیں۔
چاروں طرف سے اندر (بادل) اُمنڈ اُمنڈ کر برس رہا ہے اور بجلی نے اپنی شرم چھوڑ دی ہے (اعتدال سے بڑھ گئی ہے)
دھرتی (زمین) نے اپنے محبوب سے ملنے کے لئے نیا انداز اختیار کیا ہے۔
میراں کے پربھو، لافانی ہری! دیوتاؤں کے سرتاج! اُسے (میراں کو) جلدی ملئے۔

(۱۲)

ڈاری گیو منموہن پاسی
انبوا کی ڈال کوئل اک بولے
میرو مرن اَرُو جگ کیری ہانسی
برہ کی ماری میں بن بن ڈولوں
پران تجوں کروت لیوں کاسی
میراؔ کے پربھو ہری ابناسی
تم میرے ٹھاکر میں تیری داسی

(۱۲)

منموہن نے گلے میں پھندا ڈال دیا ہے!

آم کی ڈال پر بیٹھی ایک کوئل گا رہی ہے کہ جو میرے لئے موت ہے وہ دنیا کے لئے محض ہنسی کا سامان ہے۔

برہ کی ماری میں بن بن پھرتی ہوں اور اپنی زندگی ختم کرنے کے لئے کاشی کا رُخ کرتی ہوں۔

میرؔاں کے پربھو لا فانی ہری! تم میرے ٹھاکر (مالک) ہو اور میں تمھاری داسی ہوں۔

(۱۳)

سُو وست ہی پلکا ہیں ہیں تو
پلک لگی پل ہیں پیو آئے
ہیں جو اُٹھی پربھو آدر دین کوں
جاگ پڑی پیو ڈھونڈ نہ پائے
اور سکھی پیو سوئی گمائے
ہیں جو سکھی پیو جاگی گمائے
میرا کے پربھو گردھر ناگر
سب سُکھ ہوئے سیام گھر آئے

(۱۳)

اپنے بستر پر جونہی میں نے پلک جھپکائی ، اُسی پل پیا آ گئے
پر جونہی پر بھو کا خیر مقدم کرنے کے لئے اُٹھی ، آنکھ کھل گئی اور ڈھونڈنے
پر بھی پیا کہیں دکھائی نہ دیئے۔

دوسری سکھیوں نے پیا کو نیند میں (سو کر) گنوا دیا۔ پر میں اُسے جاگتے
ہوئے کھو بیٹھی !

میراں کے پر بھو گردھر ناگر (ہے) ہر قسم کی خوشی (سب سکھ) اس وقت
جب شیام گھر لوٹ آئیں گے۔

(۱۴)

رام ملن کے کاج سکھی

میرے آرتی اُر میں جاگی ری

تڑپت تڑپت کل نہ پرت ہے

برہ بان اُر لاگی ری

نسدن پنتھ ہناروں پو کو

پلک نہ پل بھر ی لاگی ری

پیو پیو میں رٹوں رات دن

دُوجی سُدھ بُدھ بھاگی ری

برہ بھجنگ میرا ڈسیو ہے کلیجو

لہر ہلاہل جاگی رے

میری آرتی میٹی گوسائیں

آئے ملو موہی ساگی رے

میرا ویا کُل اتی اکلانی

پیا کی اُمنگ اتی لاگی ری

(۱۴)

اے سکھی! رام سے ملنے کے لئے میرے دل میں خواہش جاگ اُٹھی ہے۔ تڑپتے تڑپتے مجھے کوئی کل نہیں پڑتی۔ برہ (جدائی) کے بان (تیر) نے سینہ چھید ڈالا ہے۔

ہر روز پیا کے آنے کی راہ دیکھتی ہوں۔ ایک پل کے لئے بھی میری آنکھ نہیں لگتی۔

رات دن 'پی پی' کی رٹ لگاتی ہوں۔ دوسری (اس کے علاوہ) مجھے اور کوئی شُدھ بُدھ نہیں رہی۔

برہ کے (کالے) ناگ نے میرا کلیجہ ڈس لیا ہے اور ہلاک کر دینے والی زہر میرے جسم میں سرایت کر گیا ہے۔

اے گوسائیں! میری کلفت مٹا دو اور مجھ سے جلدی آ ملو مضطرب میراں بہت بے قرار ہے۔ پیا کے ملنے کی اُمنگ نے اُسے بے چین بنا رکھا ہے۔

(۱۵)

تُمرے کارن سب کچھ چھوڑ دیا
اب موہی کیوں ترساؤ ہو
برہ بتھا لاگی اُر انتر
سو تم آئے بجھاؤ ہو
اب چھوڑت نہیں بنے پربھو جی
ہنس کر تُرت بلاؤ ہو
میرا داسی جنم جنم کی
انگ سے انگ لگاؤ ہو

(۱۵)

تمھارے کارن (باعث) سب کچھ (عیش و آرام) چھوڑ دیا۔ اب مجھے کیوں ترساتے ہو؟

میرا دل بِرہ کی آگ سے جل رہا ہے۔ اُسے تم آ کر بجھا تو دو!

اب مجھے چھوڑتے نہیں بنے گا۔ (اب مجھے اپنے حال پر چھوڑ دینا ممکن نہیں۔ یا اب میں تمھارے پھندے سے چھوٹ نہیں سکتی) ہنس کر اب مجھے جلدی اپنے پاس بلا لو۔

میراں جنم جنم سے تمھاری داسی ہے (براہ کرم) اب تو اسے چھاتی سے لگا لو۔

(۱۶)

ہو گئے سیام دُوج کے چندا

مدُھو بن جائے رہے مُدھو بنیا

ہم پر ڈارو پریم کو پھندا

میرا کے پربھو گردھر ناگر

اب تو نیہہ پرو کچھ مندا

(۱۶)

شیام! اب تو تم ورج کے چاند بن گئے۔

اے مدھوبن کے رہنے والے! تم خود تو مدھوبن کو لوٹ چلے ہو لیکن ہماری گردنوں میں کس لئے اپنے پریم کا پھندا ڈال رکھا ہے۔

میراں کے پربھو گردھر ناگر! اب تو تمھارا پریم کچھ سرد ہی پڑ گیا ہے۔

(۱۷)

پپیہارے پیو کی بانی نہ بول

سنی پاویلی برہنی رے تہاری را لیلی پنکھ مروڑ

چانچ کٹاؤں پپئیارے اُوپر کالو رے لُون

پیو میرا میں پیو کی رے تو پیو کہے سو کون

تہارا سبد سہاونا رے جو پیو میلا آج

چانچ منڈھاؤں تہاری سوونی رے تو میرو سرتاج

پرتیم کوں پتیاں لکھوں رے کاگا تو لے جائے

جائی پرتیم جی سوں یوں کہے ری تھاری برہن دھان نہ کھائے

میرا داسی ویاکل رے پیو پیو کرت بہائے

بیگی ملو پربھو انتر جامی تم بن رہیو نہ جائے

(۱۷)

اے پپیہا پی کی بولی نہ بول!

اگر برہ کی ماری نے تمھارے نالے سُن لئے تو وہ دکھیا آکر تمھارے پنکھ مروڑ دے گی اور تمھاری چونچ کاٹ کر زخموں کے اوپر نمک چھڑک دے گی (اور کہے گی) پی میرا ہے۔ میں پی کی ہوں، تو پی، کہنے والا کون ہے؟ (یا ہمارے درمیان آنے والا کون ہے)

(پھر کچھ سوچ کر کہتی ہے) پر تمھاری بولی میٹھی ہے اور اگر آج پی سے ملاقات ہو جائے تو اے میرے سرتاج! (میں وعدہ کرتی ہوں کہ) تمھاری چونچ سونے سے مڑھ دوں گی۔

اے کوے! پریتم کو میرا سندیس پہنچاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ تمھارے برہ کی ماری نے کھانا پانی چھوڑ دیا ہے۔

میراں، تمھاری داسی بے چین ہے اور 'پی پی' کا ورد کر رہی ہے۔
اے دلوں کے بھید جاننے والے! اس سے جلدی ملو۔ تمھارے بغیر اس کی زندگی دو بھر ہے۔

(۱۸)

کرونا شنو سیام میری میں تو ہو رہے ہی چیری تیری
درسن کارن بھئی باوری برہ بتھا تن گھیری
تیرے کار جوگی ہوں گی دوں گی نگر بیچ پھیری
کنج بن ہیری۔ ہیری
انگ بھبوت گلے مرگ چھالا یو تن بھسم کروں ری
اجھوں نہ ملیا رام اپنا سی بن بن بیچ پھروں ری
روؤں نت ٹیری۔ ٹیری
جن میرا کوں گردھر ملیا دکھ ٹین سکھ بھیری
روم روم ساتا بھئی ارمیں مرٹ گئی پھیرا پھیری
رہوں چرنن تیر چیری

(۱۸)

اے شیام! میری دُکھ بھری آواز سنو۔ میں تو تیری چیلی ہو چکی ہوں۔ تمھارے درشن کے لئے میں تو باولی ہو گئی ہوں۔ برہ کی آگ نے جسم کو گھیر لیا ہے۔ تیرے ہی باعث میں جوگن بنوں گی اور نگر (شہر) میں پھیری دونگی۔ کنج (پھولوں اور پتوں کے جھرمٹ) اور بن میں گھومتی پھروں گی، جسم پر راکھ مل لوں گی (لیپ لوں گی)۔ گلے میں ہرن کی کھال پہن لوں گی اور اپنا تن بھسم کر دوں گی (جلا دوں گی)۔

ابھی تک لافانی رام مجھے نہیں ملے۔ گو میں بن بن پھر رہی ہوں اور نت دکھ بھرا رو نا رو ہی ہوں۔

جب میراں کو گردھر مل گیا، دکھ مٹ گیا اور ہر طرح کا سکھ مل گیا جسم کا رُواں رُواں آرام پا گیا اور دل کی پھیرا پھیری (اضطراب سے نجات مل گئی (بار بار جنم لینے سے نجات مل گئی) سمندر پار ہو گیا اور وہ (میراں) تیری چیلی بن گئی۔

(۱۹)

ایسی پیے جان نہ دیجیے، ہو
چلو ری سکھی! ملی را کھیے
نینی رس پیجیے، ہو
سیام سلونو سانورو
مکھ دیکھت جیجیے، ہو
جوئی جوئی بھیش ہری ملیں
سوئی سوئی کیجیے، ہو
میرا کے پربھو گردھر ناگر
بڑ بھاگن ریجیے، ہو

(۱۹)

اے سکھیو! ایسے پیا کو جانے نہ دیں۔ آؤ چلیں مل کر اسے روک لیں
(سنبھال لیں) اور اس کی آنکھوں کا رس پئیں۔
شیام، سلونے، سانورے کی صورت دیکھ دیکھ جئیں۔
جس جس بھیس (ڈھنگ) سے ہری ملیں وہی کریں۔
میراؔں کے پربھو گردھر ناگر ہیں جو بھاگ والے (خوش نصیب) ہیں
اُسے رجھا لیتے ہیں (خوش کر لیتے ہیں)۔

(۲۰)

رام نام رس پیجیے
منواں رام نام رس پیجیے
تج کُسنگ ، ست سنگھ بیٹھ نت
ہری چرچا سُن لیجیے
کام کرودھ مدلوبھ موہ کون
بہاچیت سے دیجیے
میرا کے پربھو گردھر ناگر
تاہی کے رنگ میں بھیجیے

(۲۰)

رام نام کا رس پی ۔ اے من رام نام کا رس پی ۔
بری سنگت چھوڑ ، ست سنگ (اچھی صحبت) میں ہمیشہ بیٹھ اور ہری
کی چرچا (بات چیت) سُن !
کام (نفسانی خواہشات) ، کرودھ (غصّہ) ، لوبھ (لالچ) اور موہ
(غفلت) کو چت (دل) سے بہا دو ۔
میرآں کے پربھو گردھر ناگر ہیں ۔ اس کے رنگ میں رنگ جاؤ ۔

(۲۱)

میں گوبند گنُ گانا

راجا رُوٹھے نگری راکھے

ہری روٹھیاں کہتہ جانا

رانا بھیجیا جہر پیالا

امرت کری پی جانا

ڈبیا میں بھیجیا جہ بھجنگم

سالِگ رام کر جانا

میرا تو اب پریم دِوانی

سانولیا پر پانا

(۲۱)

میں گوبند کے صفات کے گیت گاؤں گی۔

راجا اگر رُوٹھ جائے (خفا ہو جائے) تو اپنا نگر سبنھاتے (یہی ہوگا کہ مجھے اس کی سلطنت سے نکل جانا ہوگا۔) لیکن اگر ہری روٹھ گیا تو کہاں جاؤں گی؟

جب رانا نے زہر کا پیالہ بھیجا تو میں نے اسے امرت سمجھ کر پی لیا۔

جب اُس نے کالا سانپ ڈبیا میں بھیجا تو میں نے اس میں سالگرام پایا۔

میرا تو اب پریم میں دیوانی ہو چکی ہے اور سانولیا (کرشن) جیسا بر (خاوند) پالیا ہے۔

(۲۲)

یا برج میں کچھو دیکھو ری ٹونا
لے مٹکی سر چلی گجُریا
آگے ملے بابا نند جی کے چھونا
دُدھی کو نام بسری گیوٗ پیاری
"لے لیہوری کوؤ سیام سلونا"
بندرا بن کی کنج گلی میں
آنکھ لگائے گیوٗ من موہنا
میرا کے پربھو گردھر ناگر
سندر سیام سگھر رس لونا

(۲۲)

اے سکھیو! میں نے برج میں ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ جب ایک گجری سر پر دہی کا مٹکا لے کر بیچنے چلی تو اسے راستہ میں بابا نند جی کا لاڈلا (کرشن) ملا۔ (اُسے دیکھتے ہی) اُس گجری کو دہی کا نام بھول گیا اور وہ پکارنے لگی۔

"ہے کوئی جو خریدے شیام سلونا"۔

بندرابن کی کنج گلی میں منموہن آنکھ لگا گیا ہے۔

میرا کا پربھو گردھر ناگر ہے۔ پریم سے رس سے بھری آنکھوں والا سندر (خوبصورت) شیام!

(۲۳)

ری میرے پار نکس گیا ست گرو ماریو تیر
برہ بھال لگی اُر اندر ویا کل بھیا سریر
اِت اُت چِت چلے کبھوں ڈاری پریم جنجیر
کئے جانے میرو پرتیم پیارو اور نہ جانے پیر
کہا کروں میرا بس نہیں سجنی نین جھرت دو دنیر
میرا کہے پربھو تم ملیاں بن پران دھرت نہیں دھیر

(۲۳)

ست گرو (کرشن) نے تیر مارا جو میرے سینے سے پار نکل گیا۔
برہ (جدائی) کا بھالا میرے دل میں لگا اور تمام جسم بے چین ہو گیا۔
میرا چیت (من) کبھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتا (یکسو ہو گیا ہے) وہ پریم کی زنجیر میں بندھ گیا ہے۔ میری اس پیر (تکلیف) کو سوائے میرے پریتم کے اور کون جانتا ہے؟
اے سجنی! کیا کروں، میرا بس نہیں چلتا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہہ رہی ہے کہ اے مالک! تمھارے بغیر پران (روح) کو دھیرج (حوصلہ۔ صبر) نہیں ملتا۔

(۲۴)

بھج من چرن کنول اِبناسی
جیتائی دیسے دھرن گگن بچ
تیتائی سب اُٹھ جاسی
کہا بھیو تیرتھ برت کینہے
کہا لئے کروت کاسی
اِن دیہی کا گرب نہ کرنا
ماٹی میں رل جاسی
یہ سنسار چہر کی بازی
سانجھ پڑیاں اُٹھ جاسی
کہا بھیو ہے بھگوا پھیریاں
گھر تج بھئے سنیاسی
جوگی ہوئے جگت نہیں جانی
اُلٹ جنم پھر، آسی
ارج کروں ابلا کر جوڑے
سیام تمھاری داسی
میرا کے پربھو گردھر ناگر
کاٹو جم کی پھانسی

(۲۴)

اے میرے من کرشن بھگوان کا بھجن کر

زمین اور آسمان میں اڑنے والے پنچھیوں کے لئے کوئی فرق نہیں ہے تیرتھ کرنا اور برت رکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ کاشی میں جان دینا کوئی مفید ہو سکتا ہے (جب تک کرشن بھگوان کسی کے ریاض کو قبول نہ کرلیں) اس (فانی) جسم پر غرور نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ جسم مٹی سے بنا ہے۔ اور مٹی ہی میں مل جائے گا۔ جس طرح شام کو دن بھر چہل پہل کے بعد چڑیاں بسیرا لینے کے لئے (اپنے اپنے گھونسلوں میں) چلی جاتی ہیں اُس طرح رُوح بھی (ایک دن) پرلوک سدھار جائے گی اور انسان کو موت آجائے گی (سفر ختم ہو جائے گا اور مسافر منزل اول کی طرف چلا جائے گا) کرشن بھگوان کا دن بھر دکھاوے کے لئے نام لینا یا سنیاسی بن جانا کوئی فائدہ نہیں ہے اگر جوگی ہونے کے باوجود وہ کائنات کے راز سے واقف نہ ہو سکا تو اس کو دوبارہ جنم لینا پڑیگا۔ میں ایک بے بس کمزور عورت ہوں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں۔ اے شیام۔ میں تمہاری چیری ہوں۔ قبول کرلو۔ میراں کا پربھو گردھر ناگو اس دنیا کے مصائب سے مجھ کو نجات دیجئے

(۲۵)

میں گردھر کے گھر جاؤں
گردھر مہارو سانچو پریتم
دیکھت رُوپ لُبھاؤں
رَین پڑے تب ہی اُٹھی جاؤں
بھور بھئے اُٹھی جاؤں
رَین دن وا کے سنگ کھیلوں
جیوں تیوں تاہی رجھاؤں
جو پہرواے سوئی پہروں
جو دے سوئی کھاؤں
میری ان کی پریت پُرانی
اُن بن پل نہ رہاؤں
جہاں بیٹھاویں تت ہی بیٹھوں
بیچے تو بک جاؤں
میراؔ کے پربھو گردھر ناگر
بار بار بلی جاؤں

(۲۵)

میں گردھر کے گھر جاؤں گی (یا جاتی ہوں)

گردھر میرا سچّا پریتم ہے۔ اس کا رُوپ میرا دل لبھائے لیتا ہے۔ رات پڑتے ہی میں اُس کے پاس چلی جاتی ہوں اور صبح ہونے پر واپس اُٹھ آتی ہوں۔

رات دن اس کے ساتھ کھیلتی ہوں اور کئی جتنوں سے رِجھاتی ہوں (خوش کرتی ہوں)

وہ مجھے جو پہنا دیتا ہے وہی پہن لیتی ہوں اور جو دیتا ہے وہی کھا لیتی ہوں۔

میری اس کی پرانی پریت ہے۔ اُس کے بنا مجھ سے پل بھر بھی نہیں رہا جاتا۔

وہ مجھے جہاں بٹھاویں (بیٹھنے کو کہیں) وہیں بیٹھ جاتی ہوں اور اگر بیچنا چاہیں تو خوشی سے بک جاؤں۔

میراؔں کے پربھو گردھر ناگر ہیں۔ تم پر بار بار (صدقے) جاؤں۔

(۲۶)

گھر آنگن نہ سہاوے

پیا بن موہی نہ بھاوے

دیپک جوے کہا کروں سجنی!

پیا پردیس رہاوے

سونی سیج جہر جیوں لاگے

سسک سسک جیہ جاوے

نین نندرا نہیں آوے

کد کی او بھی میں مگ جوؤں

نس دن برہ ستاوے

کہا کہوں کچھو کہت نہ آوے

ہوڑو اتی اُکلاوے

ہری کب درس دکھاوے

ایسی ہے کوئی پرم سنیہی

ترت سینا لاوے

واں بریاں کد ہوسی مجھ کو

ہری ہنس کنٹھ لگاوے

میرا ملی ہوری گاوے

(۲۶)

مجھے نہ گھر پسند ہے نہ آنگن ، پیا کے بغیر مجھے کچھ نہیں بھاتا (سب بے کیف ہے)
اے سجنی ! جب پیا پردیس میں بستا ہے تو دیپک (چراغ) جلا کر کیا کروں؟
سونی سیج (بستر) زہر کی طرح لگتا ہے اور زندگی سسک سسک کر گزر رہی ہے اور آنکھوں سے نیند اُڑ گئی ہے۔

کب سے کھڑی میں راہ دیکھتی ہوں۔ دن رات بِرہ ستاتا ہے کیا کہوں کچھ کہے نہیں بنتا۔ دل بے حد بے چین ہے نا معلوم ہری کب درشن دیں گے؟

ہے کوئی ایسی ہمدرد سکھی ، جو میرے سندیش (پیغام) کا جواب جلد لا دے؟
وہ ایک گھڑی کب آئے گی جب ہری ہنستے ہوئے مجھے چھاتی سے لگائیں گے اور میراں مل کر خوشی کے ترانے گائے گی؟

(۲۷)

بالا مَیں بیراگن ہوں گی
جن بھیشا مہارو صاحب ریجھے
سو ہی بھیش دھروں گی
سیل سنتوش دھروں گھٹ بھیتر
سمتا پکڑ رہوں گی
جا کو نام نرنجن کہئے
تا کو دھیان دھروں گی
گورو کے گیان رنگوں تن کپڑا
من مُدرا پیروں گی
پریم پیت سو ہری گُن گاؤں
چرنن لپٹ رہوں گی
یا تن کی میں کروں کینگری
رسنا نام کہوں گی
میرا کے پربھو گردھر ناگر
سادھاں سنگ رہوں گی

(۲۷)

اسے پیارے میں تیرے عشق میں بیراگن بنوں گی اور جس انداز اور جس لباس میں میرا سانوریا (شیام) ریجھے گا میں اسی بھیس کو پسند کرونگی سیل سنتوش ہوئے بغیر میں کرشن کو پکڑنے کی کوشش کروں گی جس کا نام نرنجن ہے اسی کا دھیان کروں گی۔ پریتم کے خیال میں اپنے کو رنگ لوں گی اور مست ہوکر خوشی سے ناچوں گی اور پریم پریت کے ساتھ کرشن کا نام جپوں گی۔ اور آخر میں ان کے قدموں سے لپٹ جاؤں گی (جان دے دوں گی) یا میں اپنے سوکھے جسم سے کینگری (باجہ) بناؤں گی۔ پریم کا ساز چھیڑ دوں گی۔

میراں کے پربھو گردھر ناگر ہمیشہ میں تمھارے ساتھ رہوں گی (تم مجھکو قبول کرلو میری لاج تمھارے ہاتھ ہے)

(۲۸)

جہارے جنم مرن را ساتھی تھانے نہیں بسروں دن راتی
تھان دیکھیاں بن کل نہ پڑت ہے جانت میری چھاتی
اونچی چڑھ چڑھ پنتھ نہاروں روئے روئے انکھیاں راتی
یو سنسار سکل جگ جھوٹھو، جھوٹھو کلہ ابناتی
دؤو کر جوڑیاں ارج کروں چھوں سن لیجو میری باتی
یو من میرو بڑا حرامی جوں مدماتو ہاتھی
ست گرُ ہاتھ دھر یو سر اوپر آنکس دے سمجھاتی
پل پل پیو کو رُوپ نرکھ نرکھ سُکھ پاتی
میرا کے پربھو گردھر ناگر ہری چرن چت راتی

(۲۸)

تم میرے جنم مرن (زندگی اور موت) کے ساتھی ہو۔ تمھیں دن رات کبھی نہیں بھولتی۔

میری چھاتی ہی جانتی ہے کہ تمھیں دیکھے بغیر مجھے کل نہیں پڑتی ہے۔ اونچی چڑھ چڑھ کر میں تمھاری راہ دیکھتی ہوں اور رو رو کر رات کاٹتی ہوں۔

یہ دنیا اور سب جہان جھوٹا ہے۔ رشتے ناطے سب جھوٹے ہیں۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں۔ میری بات سُن لیجیے۔

یہ میرا مَن بڑا حرامی ہے۔ جس طرح ایک مدماتا (بدمست) ہاتھی! جونہی ست گرو نے آنکس کی طرح ہاتھ دھرا وہ (میرا من) شانت (ساکن) ہو گیا۔

ہر گھڑی پیا کا روپ (جمال) دیکھ دیکھ کر مَن چین سے بھر گیا۔ میراں کا پربھو گردھر ناگر ہے۔ اس کے قدموں میں اس کا من بس رہا ہے۔

(٢٩)

من رے پرسی ہری کے چرن
سبھگ، سیتل کنول کومل
ترِ بدھ جوالا ہرن
جن چرن پرہلاد پرسے
اندر پدوی دھرن
جن چرن دھرو اٹل کینھے
راکھ اپنی سرن
جن چرن برہماند بھینٹو
نکھ سکھاں سری دہرن
جن چرن پربھو پرسی لینے
تری گوتم ۔ دھرن
جن چرن کالی ناگ ناتھیو
گوپ، لیلا، کرن
جن چرن گوبردھن دھاریو
گورو مگھوا ھرن
داسی میرا لال گردھر
اگم تارن ترن

(۲۹)

اے من بھگوان کے قدموں میں لگ ۔ بھگوان کے قدم سندر ہیں ٹھنڈے ہیں اور ملائم ۔ تین طرح کی آگ جو ہمارے دل میں سلگ رہی ہے اسکو دور کر دے ۔ جن قدموں کو چھوکر پرہلاد نے اندر کی پدوی پالی اور جن پیروں کو چھوکر دھرو امر واجر ہوگیا اور بھگوان نے اس کو اپنی حفاظت میں لے لیا جن قدموں کو برہما جی نے اپنے سر پر رکھا اور جن قدموں کو چھو جانے سے اہلیا (پتھر کی مورت تھی) انسان بن گئی ۔ جن قدموں نے کالی ناگ راکشسنی کو اپنے بس میں کر کے کرشن (بھگوان) سے گوپی لیلا کھیلی اور جن قدموں پر گوبردھن پہاڑ کو پریتم نے اُٹھا لیا اور گھمنڈ کو اس نے اپنے پاس بلا لیا ۔

اے میراں اسی بھگوان کی (لونڈی) داسی ہوں ۔ اے لال گردھر ! جب تم نے سب کو نجات دی ہے تو مجھ کو بھی نجات مل جائے ۔

(۳۰)

سیام! مینے چاکر راکھو جی
گردھاری لال! چاکر راکھو جی
جاکر رہسوں باگ لگاسوں، نت اُٹھ درسن پاسوں
بندرابن کی کنج گلی میں، تیری لیلا گاسوں
چاکری میں درسن پاؤں، سمرن پاؤں خرچی
بھاؤ بھگتی جاگیری پاؤں، تینوں باتاں سرسی
مُور مکٹ پیتامبر سوہے، گل بیجنتی مالا
بندرابن میں دھینو چروائے، مُوہن مُرلی والا
ہرے ہرے نت باگ لگاؤں، بیچ بیچ راکھوں کیاری
سانوریا کے درسن پاؤں، پہر کسُمی ساری
جوگی آیا جوگ کرن کوں، تپ کرنے سنیاسی
ہری بھجن کوں سادھ آیا، بندرابن کے باسی
میرا کے پربھو گاہر گنبھیرا، سدا رہو جی دھیرا
آدھی رات پربھو درسن دینہیں، پریم ندی کے تیرا

(۳۰)

سیام! مجھے نوکر رکھ لیجئے!
گردھاری لال! نوکر رکھ لیجئے!
نوکر رہوں گی، باغ لگاؤں گی۔ ہر صبح اُٹھ کر درشن پاؤں گی۔
بندرابن کی کنج گلی میں تیرے اوصاف کا ذکر کرتی پھروں گی۔
نوکری کی تنخواہ میں تمہارا درشن پاؤں گی، خرچ میں تمہاری یاد (وِرد) اور جاگیر میں بھگتی کے جذبات حاصل کروں گی۔ یہ تینوں چیزیں سستی پڑ گئیں (یعنی جب آپ مجھے اپنی ملازمت میں لے لیں گے تو تنخواہ بھی دیں گے۔ جیب خرچ بھی دینگے اور جاگیر دیں گے۔ آپ کا درشن پا لیا تو یوں سمجھ لوں گی کہ تنخواہ پائی۔ آپ کو یاد کر لیا تو جیب خرچ مل گیا اور آپ کی ذات سے بھگتی کے جذبات پیدا ہو گئے تو سمجھ لی کہ جاگیر حاصل کر لی۔
موہن مُرلی والے! سر پر مور کے پروں کا تاج، جسم پر پیتامبر (پیلے فقیرانہ کپڑے) گلے میں بیجنتی مالا پہنے بندرابن میں گائیں چراتے پھرتے ہو۔
نت ہرے ہرے باغ لگاؤں۔ بیچ میں کیاری رکھوں اور کسمی ساڑھی پہن کر سانوریا کے درشن پاؤں۔
جوگی میرے پاس جوگ اور سنیاسی تپ کا سبق دینے آیا۔ بندرابن کے رہنے والے سادھو مجھے ہری نام کا وِرد سکھانے آئے۔
میراں کا مالک بہت گہرا، اتھاہ اور پر سکون ہے۔ اُس نے مجھے آدھی رات کے وقت پریم کی ندی کے کنارے درشن دیئے۔

(۳۱)

آلی ! سانورے کی درشٹی مانو
پریم کی کٹاری ہے
لاگت بے حال بھئی
تن کی سُدھ بُدھ گئی
تن من سب دیا یو پریم
مانو متواری ہے
سکھیاں مِلی دودی چاری
باوری سی بھئی نیارنی
ہوں تو واکو نیکے جانوں
کنج کو بہاری ہے
چند کو چکور چاہے
دیپک پتنگ وائے
جَل بِنا مِین جیسے
تیسے پریت پیاری ہے
بنتی کروں ہے سیام
لاگوں میں تمھارے پاؤں
میرؔا داسی پربھو ایسی جانو
داسی تمھاری ہے

(۳۱)

سکھی ! سانورے کرشن) کی نظر گویا پریم کی کٹاری (خنجر) ہے ۔
جونہی وہ لگی میں بے حال ہوگئی۔ اور تن کی سُدھ بُدھ جاتی رہی ۔ تن مَن میں پریم سرایت کرگیا ہے اور مجھے متوالا بنادیا۔
دو چار سکھیاں جو پریتم کو ملیں پاگل سی ہوگئیں ۔لیکن میں تو انھیں خوب جانتی ہوں کہ (وہ بیہاری ہے جو جنگلوں میں گھومتا پھرتا ہے ،) وہ تو بہاری ہیں جو جنگلوں میں گھومتے ہیں ۔
مجھے وہ اس طرح پیارے ہیں جیسے چکور کو چاند ، پروانہ کو شمع اور مچھلی کو پانی !
اے شیام ! میرے مالک ، میں التجا کرتی ہوں اور تمھارے پاؤں پڑتی ہوں کہ میراں کو ایسا جانو کہ وہ تمھاری داسی ہے ۔

(۳۲)

رام ملن روگھنو اُبھارد
نت اُٹھے جوؤں باٹڑیاں
درس بِنا موہے کچھو نہ سہاوے
جک نہ پڑت ہے انکھڑیاں
تڑپھت تڑپھت بہو دن بیتے
پڑی برہ کی پھانسڑیاں
اب تو بیگ دیا کر پیارا
میں چھوں تھاری داسڑیاں
نین دُکھی درسن کوں ترسیں
نابھی نہ بیٹھے سانسڑیاں
رات دِوس ہیہ آرت میرو
کب ہری راکھے پاسڑیاں
لگی لگن چھوٹن کی ناہیں
اب کیوں کیجے آنٹڑیاں
میرا کے پربھو کب رے ملوگے
پوری وَمَن کی آسڑیاں

(۳۲)

میرے دل میں رام سے ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ ہر صبح اُٹھ کر میں اُس کی راہ دیکھتی ہوں۔

اُس کے درشن کے بغیر مجھے نہیں بھاتا اور آنکھوں میں نیند نہیں آتی۔

تڑپتے تڑپتے بہت دن بیت گئے۔ میرے گلے میں جُدائی کی پھانسی پڑی ہوئی ہے۔

پیارے اب تو مجھ پر جلدی رحم کرو۔ میں تمہاری داسی ہوں۔

میری رنجور آنکھیں تمہارے درشن کے لئے ترستی ہیں اور میرا سانس ٹھیک نہیں چلتا۔

رات دن اس فکر میں پریشان ہوں کہ ہری کب مجھے اپنے پاس رکھیں گے۔ (یا وہ کب پاس آئیں گے؟)

دل کی لگی اب چھوٹنے کی نہیں، پھر کس لئے میرے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہو؟

میراں کے مالک! اسے کب ملوگے اور اس کے من کی آس (اُمید) کب پوری کروگے؟

(۳۳)

میرو تو گردھر گوپال دوسر نہ کوئی
ماتا چھوڑی پتا چھوڑے چھوڑے سگا سوئی
سادھاں سنگ بیٹھ بیٹھ لوک لاج کھوئی
سنت دیکھ دوڑی آئی جگت دیکھ روئی
پریم آنسو ڈار ڈار امر بیل بوئی
مارگ میں تارن ملے سنت نام دوئی
سنت سدا سیس پر نام ہردے ہوئی
اب تو بات پھیل گئی، جانے سب کوئی
داسی میرا لال گردھر، ہونی سو ہوئی

(۳۳)

میرا تو صرف گردھر گوپال ہے دوسرا کوئی نہیں!

میں نے ماں باپ اور تمام عزیز و اقارب چھوڑ دیئے اور سادھوؤں کی سنگت (صحبت) میں بیٹھ بیٹھ کر دنیاوی شرم (یا دنیا اور شرم) کھو دی۔

جب کوئی سنت نظر آیا میں اس سے ملنے دوڑ پڑی اور جب دنیا دکھائی دی تو رو پڑی۔ آنسو بہا بہا کر ہی میں نے پریم کی نت رہنے والی بیل کو سینچا۔

(پریم کے) راستے میں مجھے دو اُبھارنے والے (تارنے والے) ملے: سادھو اور سچا نام۔ نام نے میرے من کے اندر اور سادھو نے سر کے اُوپر سے میرے راستہ پر روشنی ڈالی۔

اب تو بات پھیل گئی ہے (یہ بات اب راز نہیں رہی) اور ہر کوئی آدمی جانتا ہے کہ میراںؔ گردھر لال کی ہو چکی ہے اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔

(۳۴)

ہے ری میں تو پریم دِوانی ، میرو درد نہ جانے کوئے

سولی اوپر سیج ہماری ، کس بِدھ سونا ہوئے

گگن منڈل پر سیج پیا کی ، کس بدھ ملنا ہوئے

گھائل کی گت گھائل جانے کی جن لاگی ہوئے

جوہری کی گت جوہری جانے کی جن جوہری ہوئے

درد کی ماری بن بن ڈولوں بید ملیو نہیں کوئے

میراں کے پربھو پیڑ مٹے جب بید سانولیو ہوئے

(۳۴)

سکھی ! میں تو پریم میں دیوانی ہو چکی ہوں اور میرا درد کوئی نہیں جانتا۔
میری سیج سولی کے اوپر بنی ہے۔ میں کس طرح سو سکتی ہوں۔ پریتم کی سیج
آسمان پر بچھی ہے۔ اس سے کیسے ملاپ ہو؟
گھائل کی گت گھائل ہی جانتا ہے یا وہ جس نے گھائل کیا ہو۔
جوہری کے راز جوہری ہی جانتا ہے۔ یا وہ خود ہی جوہر ہو۔
درد کی ماری بن بن میں پھر رہی ہوں اور مجھے کوئی وید (طبیب) نہیں ملا۔
اے مالک! میراں کا درد تو تب ہی دور ہو گا جب تم ہی وید بن جاؤ گے!

(۳۵)

میرو تو گردھر گوپال دوسرو نہ کوئی
جاکے سر موز مکٹ میرو پتی سوئی
تات مات، بھرات۔بندھو، آپنو نہ کوئی
چھانڈ دئی کل کی کان، کا کری ہے کوئی
سنتن ڈھگ بیٹھ بیٹھ، لوک لاج کھوئی
چُنری کے کیے ٹک، اُوڑھ لئی لوئی
موتی مونگے اُتارا، بن مالا پوئی
آنسوؤں جل سینچ سینچ، پریم بیل بوئی
اب تو بیل پھیل گئی، آنند پھل ہوئی
دُودھ کی متھیاں، بڑے پریم سے بلوئی
ماکھن جب کاڑھ لیو، چھاچھ پیئے کوئی
آئی میں بھگتی کاج، جگت دیکھ موہی
داسی میراں، گردھر پربھو، تارو اب موہی

(۳۵)

میرا تو صرف گِردھر گوپال ہے اور دوسرا کوئی نہیں۔
جس کے سر پر مور کے پروں والا تاج ہے، وہی میرا پتی (خاوند) ہے۔
ماں، باپ، بھائی، خویش کوئی بھی اپنا نہیں ہے۔
میں نے اپنے خاندان کا غرور چھوڑ دیا۔ اب مجھے کس کی پرواہ ہے۔
سادھوؤں کے ساتھ بیٹھ بیٹھ کر میں نے دنیاوی شرم کو کھو دیا۔
اپنی چنری (اوڑھنی) کو تار تار کر دیا اور لوئی اوڑھ لی، موتی، مونگے اتار کر جنگلی پھولوں کی مالا پہن لی۔
اپنے آنسو بہا بہا کر پریم کے بیل کو سینچا۔ اب جبکہ بیل پھیل گئی ہے۔ اُس کا پھل آنند (خوشی) ہی ہوگا۔
میں نے دُودھ کو بڑے پریم سے بلویا۔ اور اس میں سے مکھن نکال لیا ہے۔
اب جو چھاچھ پینا چاہے شوق سے پیئے۔
میرا جنم ہی بھگتی کے لئے ہوا لیکن اب دنیا دیکھ کر میں مُوہت ہو گئی ہوں
اے مالک! میراں تمھاری داسی ہے۔ اسے اب بچائیو!

(۳۶)

سانپ پٹارو رانا بھیجو
میراں ہاتھ دیو جائے
نہائے دھوئے جب دیکھن لاگی
سالگ رام گئی پائے
جہر کا پیالو رانا بھیجو
امرت دیو بنائے
نہائے دھوئے جب پیون لاگی
امر ہو گئی جائے
سول سیج رانا نے بھیجی
دیجو میراں سُوائے
سانجھ بھئی میراں سوون لاگی
مانو پھول بچھائے
میراں کے پربھو سدا سہائی
راکھو وگھن ہٹائے
بھگتی بھاؤ سے مست ڈولتی
گردھر پے بلی جائے

(۳۶)

رانا نے پٹاری میں سانپ بھیجا کہ میرآں کے ہاتھ میں دیدیں لیکن جب وہ نہا دھو کر اسے دیکھنے لگی تو وہ سالگ رام بن گیا۔

رانا نے زہر کا پیالہ بھیجا کہ یہ امرت (آبِ حیات) ہے۔ میرآں جب نہا دھو کر اُسے پینے لگی تو وہ امرت ہی بن گیا۔

رانا نے سولی کی سیج بھیجی کہ اس پر میرآں کو سلا دیں۔ جب شام ہوئی اور میرا اُس پر سونے لگی تو وہ گویا پھولوں کی سیج بن گئی۔

میرآں کا مالک ہمیشہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے وِگھن (راستے کی رُکاوٹیں یا دُکھ) دُور کر دیتا ہے۔ وہ بھگتی کے جذبات سے بیخود ہو کر (مست ہو کر) گردھر پر قربان ہوا چاہتی ہے۔

(۴۷)

میں برہن بیٹھی جاگوں، جگت سب سوے ری آلی!
برہن بیٹھی رنگ محل میں، موتین کی پووے
ایک برہن ہم ایسی دیکھی، آنسووں مالا پووے
تارا گن گن رین بہانی، سکھ کی گھڑی کب آوے
میرا کے پربھو گردھر ناگر مل کے بچھڑ نہ جاوے

(۳۷)

اے سکھی! ساری دنیا سو رہی ہے۔ میں برہن (فرقت کی ماری) بیٹھی جاگ رہی ہوں۔

ایک برہن ایسی ہے جو رنگ محل (خوشیوں سے بھرے محل) میں بیٹھی موتیوں کی مالا پرو رہی ہے۔ ایک دوسری برہن میں نے ایسی دیکھی ہے جو آنسوؤں کی مالا پرو رہی ہے۔ (آنسو بہا رہی ہے۔)

میں ساری رات تارے گن گن کر گزارتی ہوں۔ نامعلوم سُکھ کی گھڑی کب آوے گی؟

میراؔں کے پربھو گردھر ناگر ہیں۔ ان سے مل کر پھر جدائی نہ ہو۔

(۴۸)

درس بن دُکھن لاگے نین

جب سے تم بچھڑے پیو پیارے ، کبھوں نہ پایو چین
سبد سُنت میری چھتیاں کانپے ، میٹھے لاگیں بین
ایک ٹکٹکی پنتھ نہاروں ، بھئی چھماسی رین
برہ بِتھا کا سوں کہوں سجنی ، بہہ گئی کروٹ نین
میرا کے پربھو کب ہو ملوگے ، دُکھ میٹن سُکھ دین

(۳۸)

انھیں کے دیکھے بغیر میری آنکھیں دکھنے لگیں (درد کرنے لگیں)

پیارے پریتم ! جب سے تم سے جدا ہوئی۔ ایک لحظہ بھی چین نہیں پایا۔
تمھارا نام سنتے ہی میری چھاتی کانپ اُٹھتی ہے۔ یہ نام مجھے اتنا میٹھا لگتا ہے۔
ٹکٹکی لگائے تمھاری راہ دیکھتی ہوں (اس انتظار میں) رات بڑھ کر چھ ماہ کی ہوگئی ہے۔

سجنی ! اپنی جُدائی کے دکھ کی کہانی کِسے سناؤں؟
دُکھ مٹانے والے اور سُکھ دینے والے میراں کے پربھو ! تم مجھے کب ملوگے ؟

(۳۹)

سکھی میری نیند نسانی ہو

پیو کو پنتھ نہارت سگری رین بہانی ہو
سب سکھین مل سیکھ دئی ، میں ایک نہ مانی ہو
بن دیکھے کل نہیں پرت ، جیہ ایسی ٹھانی ہو
انگ چھین ویاکل بھئی ، مکھ پیو پیو بانی ہو
انتر بیدن برہ کی ، وہ پیر نہ جانی ہو
جیوں چاتک گھن کو رٹے ، مچھری جمی پانی ہو
میراں ویاکل برہنی ، سدھ بدھ بسرانی ہو

سکھی میں اپنی نیند گنوا بیٹھی ۔ پریتم کی راہ تکتے میں نے تمام رات گزار دی۔
تمام سکھیوں نے مل کر مجھے سیکھ (نصیحت) دی پر میں نے ایک نہ مانی ۔ (کسی کی سنی)۔

تمھیں دیکھے بغیر مجھے کل نہیں پڑتی ۔ دل میں کچھ ایسی ہی ٹھن گئی ہے۔ (دل نے کچھ ایسی ضد اختیار کر لی ہے کہ بغیر دیکھے چین ہی نہیں پاتا)

میرا جسم لاغر ہو گیا ہے ، دل بیتاب ہے، سب پر پریتم کا نام ہے اور کلیجہ برہ کی آگ سے جل رہا ہے لیکن اسے (پریتم کو) میرے دکھ کا پتہ ہی نہیں ۔
جس طرح چاتک (پپیہا) بادلوں کی رٹ لگاتا ہے اور مچھلی پانی کے لئے بیتاب ہوتی ہے اسی طرح میراں اپنے پریتم کی جدائی میں مضطرب ہے اور اپنی سُدھ بُدھ کھو بیٹھتی ہے۔

(۴۰)

میں ہری بن کیوں جیوں ری مائی
پیو کارن بوری بھئی ، جمی کاٹھی گھن کھائی
اُوکھد، مُول نہ سنچرے ، موہے لاگیو بورائی
کمٹھ ، داوُر یست جل میں ، جل ہی تیں اپجائی
مین جل کے بچھڑیں پہتی کری مری جائی
پیو ڈھونڈن بن بن گئی ، کہوں مُرلی دھنی پائی
میرا کے پربھو لال گردھر مل گئے سُکھدائی

ماں میں ہری کے بغیر کیسے جی سکتی ہوں ؟ اپنے پریتم کے باعث ہی میں باؤلی ہوگئی ہوں جیسے کاٹھ (لکڑی) کو گھن لگ جائے۔ دوادارو جڑی بوٹی مجھے کچھ فائدہ نہیں پہونچاتے۔ اس میں مجھے دیوانگی نظر آتی ہے۔

جس طرح کنول کے پھول پانی سے ہی اُگتا ہے اور پانی ہی میں رہتا ہے اور جس طرح مچھلی پانی سے جدا ہو کر تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے۔

میں اپنے پریتم کے تلاش میں جنگلوں میں گھومتی پھرتی ہوں کہ کہیں اُس کی مُرلی کی دُھن سُن پاؤں اور آخر کار میراں کے پربھو گردھر لال سب سکھوں کے دینے والے اُسے مل ہی گئے۔

(۹۱)

مائی ! میں تو لیو را میو مُول

کوئی کہے چھانے ، کوئی کہے چوڑے

لیو ہے بجنتا ڈھول

کوئی کہے کالو ، کوئی کہے گورو

لیو ہے میں انکھیاں کھول

کوئی کہے ہلکو ، کوئی کہے بھاری

لیو ہے ترا جو تول

تن کا گہنا میں سب کچھ دنیاں

دیو ہے باجو بند کھول

میراں کے پر بھو گردھر ناگر

پورب جنم کو ہے قول

(۱۴۱)

ہاں ! میں نے تو رام کو مول لیا ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ میں نے چھپ کر لیا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ میں نے چوری سے پایا ہے۔ لیکن میں نے تو اُسے ببانگ دُہل لیا ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ وہ کالا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ گورا ہے۔ لیکن میں نے تو اُسے کھلی آنکھوں (دیکھ بھال کر) لیا ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ وہ ہلکا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ بھاری ہے لیکن میں نے اُسے ترازو میں تول کر لیا ہے۔

میں نے اسے خریدنے کے لئے تن کے سب گہنے دیدیا۔ حتیٰ کہ بازو بند بھی کھول کر دیدیا۔

میراں کا مالک گردھر ناگر ہے۔ پچھلے جنم کا یہی قول تھا۔

(۴۲)

میں اپنے سیاں سنگ سانچی

اب کاہے کی لاج سجنی ، پرگٹ ہو ناچی

دوِس بھُوکھ نہیں چین ہوے کبہوں ، نیند نسی ناسی

بیدھ وار کو پار ہوگیا ، گیان گن گانسی

کل کٹنب سب ہی آن بیٹھے جیسے مدھوماسی

داسی میراں لال گردھر ، منٹی جگ ہانسی

(۴۲)

میں اپنے سیاں (پریتم) کے ساتھ سچائی پر ہوں۔ سکھی! اب شرم کیسی؟
جب میں سب کے سامنے ہوکر ناچی۔

دن کو نہ ہی بھوک محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی چین ملتا ہے اور راتوں کی نیند
اڑ گئی ہے۔

پریم کا پوشیدہ تیر جگر میں اتر آیا ہے اور پار ہوگیا۔ خویش و اقارب
شہد کی مکھیوں کی طرح سب میرے گرد اکٹھے ہوگئے۔

میراں گردھر لال کی داسی ہے۔ اسے اب جگ ہنسائی کا خوف نہیں رہا۔

(۴۳)

شری گردھر کے آگے ناچوں گی
ناچ ناچ پور سک رجھاؤں
پریمی جن کو جاچوں گی
پریم، پریت کے باندھ گھونگھرو
سرت کی کچھنی کاچھوں گی
لوک لاج، کل کی مرجادا
یا میں ایک نہ راکھوں گی
پیا کے پلنگا جا پوڑھوں گی
میراںؔ ہری رنگ راچوگی

(۴۳)

میں شری گردھر کے آگے ناچوں گی !

اپنے ناچ سے میں اُسے رجھاؤں گی (خوش کروں گی) اور اُس سے پریم کرنے والوں کی جانچ کروں گی۔

پاؤں میں پریم اور پیار کے گھونگھرو باندھوں گی اور اس کی یاد کی اوڑھنی پہن کر ناچوں گی۔

دنیاوی شرم، خاندان کی عظمت کا خیال، میں ایک بھی نہ رکھوں گی۔

پیا کے پلنگ پر جا پڑوں گی (لیٹ جاؤں گی) اور ہری کے رنگ میں رنگ جاؤں گی۔

(۴۴)

بسو میرے نین میں نند لال

موہنی مورت سانوری صورت ، نینڑ بنے بسال
ادھر سدھارس مرلی راجت ، اُر بیجنتی مال
چھدر گھنٹیکا کٹی تٹ سوبھت ، نوپُر شبد رسال
میراں پربھو سنتن سکھدائی بھگت بچھل گوپال

(۴۴)

اے نند کے لال ! میرؔا آنکھوں میں آبسو۔

تیری موہنی (دلکش) مورت ، سانولی صورت اور بڑی بڑی آنکھیں،

تمھارے لبوں پر امرت کا رس برسانے والی مُرلی اور سینہ پر بیجنتی کی مالا عجب شان دکھا رہی ہے۔

تمھارے کمر کے گرد لٹکی ہوئی چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور پاؤں میں گھونگھرو کی دلپذیر جھنکار سنائی دیتی ہے۔

میرؔاں کے مالک سادھوؤں کو سکھ دینے والے اور بھگتوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(۴۵)

موہے لگی لٹک گرو چرنن کی

چرن بِنا موہے کچھو نہ بھاوے

جگ مایا سب سپنن کی

بھوساگر سب سوکھ گیو ہے

پھکر ہنیں موہے ترنن کی

میراں کے پربھو گردھر ناگر

اُلٹ بھئی میرے نینن کی

(۴۵)

میری تمام توجہ گرد کے قدموں میں لگی ہوئی ہے۔
ان قدموں کے بغیر مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ دنیا محض خواب معلوم ہوتی ہے۔
بھو ساگر سب خشک ہو گیا ہے اور مجھے اس کے عبور کرنے کی فکر نہیں رہی۔
میرآں کے مالک گردھر ناگر ہیں۔ اسے میرے نینوں (آنکھوں) نے اُلٹ کر (اندر کی طرف جھانک کر) دیکھ لیا ہے۔

۱۴۶

چھوڑ مت جا جیو جی مہاراج

میں ابلا، بل ناہیں گُسائیں! تہے ہو مہارو سرتاج
میں گن ہنسیا، گن ناہیں، گسائیں! تھے سمرتھ مہاراج
راوری ہوے کے کنرے جاؤں، تہے چھو مہارے ہوڈیروساج
میراںؔ کے پربھو اور نہ کوئی، راکھو اب کی لاج

(۴۶)

مہاراج ! مجھے چھوڑ کر مت جائیو !
میرے مالک ! میں ایک کمزور عورت ہوں اور تم ہی میرے سرتاج ہو۔
مجھ میں کوئی صفت نہیں اور آپ اے مالک، ہر طرح سے با اختیار ہو (قدرت رکھتے ہو۔)

تم ہی میرے سب کچھ ہو۔ تمھاری ہو کر اب کہاں جاؤں !
میراںؔ کا مالک اور کوئی نہیں۔ اب آؤ اور اس کی لاج رکھو۔ (عزّت بچاؤ)،

ہماری مطبوعات

کتاب	مصنف
علم کی ضرورت	شاہ وصی اللہ
اندازے	فراق گورکھپوری
دوش و فردا	مجنوں گورکھپوری
ادب اور ادیب	ڈاکٹر اعجاز حسین
اقبال اور اس کا عہد	جگن ناتھ آزاد
ادبی جھلکیاں	صالحہ عابد حسین
حالی کا نظریۂ شعری	ناظر کاکوروی
تنقید اور تنقیدی شعور	ناظر کاکوروی
جائزے	ناظر کاکوروی
تعارف مرثیہ	شجاعت علی سندیلوی
ایشیائی بیداری اور اردو شعرا	اسلام بیگ چنگیزی
اردو سے ہندوؤں کا تعلق	اجمل اجملی
لوک گیت	اظہر علی فاروقی
ہندوستانی موسیقی	مفتی فخر الاسلام
تعلیم اور زندگی کی اہمیت	جے کرشنا مورتی
میراں کے گیت	جے کرشن چودھری
عبدالرحیم خانخاں	جے کرشن چودھری
بھرتری ھری	جے کرشن چودھری
یادِ ایام	ضیاء الحسن علوی

کتاب	مصنف
گلِ نغمہ	فراق گورکھپوری
نوائے پریشاں	جگن ناتھ آزاد
نروان	فاروق جنوں
شاعرِ آتش نوا	نذر الاسلام
قصیدۂ عطار	سراج الحق
چتر لیکھا	بھگوتی چرن ورما
تیاگ پتر	جینیدر کمار
مانجھی	مانک بندوپادھیائے
ایک معمولی لڑکی	بلونت سنگھ
گناہوں کا دیوتا	ڈاکٹر دھرم ویر بھارتی
لونگے	صالحہ عابد حسین
نقشِ پائے صنم	کلیم عثمانی
ظلماتِ شبِ غم	کلیم عرفی
زندگی	چودھری افضل حق
چاندنی اور انگارے	اسلام رونی
یوحنا	کلیم عرفی
سلومی	آسکر وائیلڈ
پکاسو اور شا	اسلام رونی
لارڈ ہاؤنٹ بیٹن کی کیمپیں (یادداشت)	

قائم شدہ ۱۹۲۶ء

الٰہ آباد لٹریری و کلچرل ایسوسی ایشن
الٰہ آباد
رجسٹرڈ انڈر ایکٹ ۲۱ ۱۸۶۰ء

ہمارے اغراض و مقاصد

- ☆ اُردو زبان و ادب کا ارتقا و استحکام۔
- ☆ ہندوستان کی دوسری زبانوں کے ادب پاروں کا اُردو میں ترجمہ اور اُن کی اشاعت۔
- ☆ اُردو کے ادبی شاہکاروں کا ہندوستان کی دیگر زبانوں میں ترجمہ اور اُن کی اشاعت۔
- ☆ بالعموم اُردو کتابوں کی اشاعت۔
- ☆ اُردو ادب کے اُبھرتے ہوئے ہونہار فن کاروں کی حوصلہ افزائی۔
- ☆ عوام میں اُردو ادب کے مذاقِ عام کی ترویج۔

اِدارہ انیس اُردو۔ الٰہ آباد ۳